بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا ترجمان

ماہنامہ انٹرنیٹ گزٹ

المنار

جلد نمبر : 3 مئی 2013ء شمارہ نمبر : 5

ایڈیٹر : مقصودالحق

نائب ایڈیٹر: مبارک احمد صدیقی منیجر : سید نصیر احمد

المنار ہر ماہ باقاعدگی سے جماعت احمدیہ کی مرکزی ویب سائٹ alislam.org پر upload کر دیا جاتا ہے۔آپ گزشتہ شمارے دیکھنا چاہیں تو Periodicals کے حصّہ میں جا کر ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔المنار کو ہمیشہ آپ کی آراء کا انتظار رہتا ہے۔(ادارہ)

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ
53, Melrose Road, London, SW18 1LX
فون:020 8877 5510 فیکس:020 8877 9987
ای میل:ticassociation@gmail.com

قال اللہ تعالیٰ

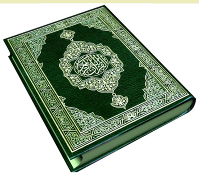

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ فَمَنۡ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِہٖ ۚ وَمَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰہَدَ عَلَیۡہُ اللّٰہَ فَسَیُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۱۱﴾

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں۔اللہ کا ہاتھ ہے جو اُن کے ہاتھ پر ہے۔پس جو کوئی عہد توڑے تو وہ اپنے مفاد کے خلاف عہد توڑتا ہے اور جو اُس عہد کو پورا کرے جو اُس نے اللہ سے باندھا تو یقیناً وہ اسے بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔ (الفتح:۱۱)

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے ان سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کیلئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کیلئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور ان کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔(النور:۵۶)

قال الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا:

☆ جماعت کے ساتھ رہو! ☆ امامِ وقت کی بات سنو! ☆ اُس کی اطاعت کرو!

☆ دین کی خاطر وطن چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دو! ☆ اللہ کے رستے میں جہاد کرو!(مسند احمد جلد 5 ص 130)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔پھر وہ اس کو اٹھا لے گا اور خلافت **علیٰ منہاج النبوۃ** قائم ہوگی۔پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اِس نعمت کو بھی اُٹھا لے گا۔پھر اُس کی تقدیر کے مطابق ایذا رساں بادشاہت قائم ہوگی۔جب یہ دَور ختم ہوگا تو اُس کی دوسری تقدیر کے مطابق اِس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آئے گا اور اِس ظلم وستم کے دَور کو ختم کر دے گا۔اِس کے بعد پھر خلافت **علیٰ منہاج النبوۃ** قائم ہوگی۔یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاموش ہوگئے۔(مسند احمد جلد 4 صفحہ 273)

کلام الامام

اونٹوں میں ایک دوسرے کی پیروی اور اطاعت کی قوت رکھی ہے۔دیکھو اونٹوں کی ایک لمبی قطار ہوتی ہے اور وہ کس طرح پر اُس اونٹ کے پیچھے ایک خاص انداز اور رفتار سے چلتے ہیں اور وہ اونٹ جو سب سے پہلے بطور امام اور پیش رَو کے ہوتا ہے، وہ ہوتا ہے جو بڑا تجربہ کار اور راستہ سے واقف ہو۔پھر سب اونٹ ایک دوسرے کے پیچھے برابر رفتار سے چلتے ہیں اور ان میں سے کسی کے دل میں برابر چلنے کی ہوس پیدا نہیں ہوتی جو دوسرے جانوروں میں ہے......اسی طرح پر ضروری ہے کہ تمدنی اور اتحادی حالت کو قائم رکھنے کے واسطے ایک امام ہو۔پھر یہ بھی یاد رہے کہ یہ قطار سفر کے وقت ہوتی ہے۔پس دنیا کے سفر کو قطع کرنے کے واسطے جب تک ایک امام نہ ہو انسان بھٹک بھٹک کر ہلاک ہو جاوے۔(الحکم 24 نومبر 1900)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

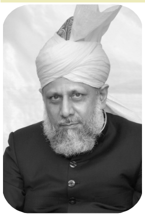

اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے احمدیوں پر کہ نہ صرف ہادی کامل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت میں شامل ہونے کی توفیق ملی بلکہ اس زمانے میں مسیح موعود علیہ السلام اور مہدی کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق بھی اس نے عطا فرمائی جس میں ایک نظام قائم ہے، ایک نظام خلافت قائم ہے، ایک مضبوط کڑا آپ کے ہاتھ میں ہے جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں لیکن یاد رکھیں کہ یہ کڑا تو ٹوٹنے والا نہیں لیکن اگر آپ نے اپنے ہاتھ ذرا ڈھیلے کئے تو آپ کے ٹوٹنے کے امکان پیدا ہو سکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس سے بچائے اس لئے اس حکم کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور نظامِ جماعت سے ہمیشہ چمٹے رہو کیونکہ اب اس کے بغیر آپ کی بقا نہیں۔(خطباتِ مسرور جلد 1 صفحہ 256-257)

اللہ کے پیاروں کی پیاری باتیں

ایک بار مولوی نورالدین صاحبؓ قادیان میں جب نئے نئے آئے تھے تو آپ کو کچھ ضرورت پیش آئی۔ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ سے تین سو روپیہ منگوایا اور پھر چند روز بعد جب آپ کے پاس روپیہ آگیا تو واپس کر دیا۔ حضورؑ کو جب پتا لگا تو آپ نے وہ روپیہ واپس کر دیا۔ لکھا کہ میں ساہوکار نہیں ہوں جو ادھار روپے قرض دوں۔ میں تو یہ سمجھا تھا کہ میرا مال آپ کا مال ہے اور آپ کا مال میرا ہے۔

(بدر 30 نومبر 1911ء)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی روایت کرتے ہیں:

''مجھے پان کھانے کی عادت تھی۔ میں ایک دفعہ سیر کو حضورؑ کے ساتھ گیا۔ آپؑ نے بھی ازراہ نوازش پان طلب کیا۔ پان میں زردہ تھا۔ اس سے حضورؑ کو تکلیف ہوئی اور دور جا کر قے کی۔ میں سخت شرمندہ ہوا اور میں نے قلبی تکلیف محسوس کی۔ آپؑ نے میری تکلیف کو دور کرنے کیلئے فرمایا کہ آپ کے پان نے تو دوا کا کام دیا۔ طبیعت ہلکی ہوگئی۔ اللہ اللہ یہ اخلاق اور یہ چشم پوشی۔ بجائے عتاب کے میرے غم کو دور کرنے کی فکر میں لگ گئے۔''

(الحکم قادیان مارچ 1935ء)

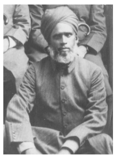

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ لکھتے ہیں:

''پنڈت جے کشن صاحب قادیان میں ایک معمر آدمی ہیں۔ انہوں نے ایک دفعہ مجھے سنایا پنڈت لچھمن داس نے حضرت صاحبؑ کے پاس جا کر کہا کہ مرزا جی فلاں فلاں دوست ادھر تو آپ سے بہت فوائد حاصل کرتے ہیں اور ادھر جب بازار میں جاتے ہیں تو آپ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ تو مرزا صاحب نے جواباً فرمایا کہ پنڈت صاحب! ہماری مثال تو بیری کی سی ہے کہ لوگ آتے ہیں اسے ڈھیلے بھی مارتے ہیں اور بیر بھی لے جاتے ہیں۔''

(الحکم قادیان 21 مئی 1934ء)

قادیان کے کنہیا لعل صراف کا یہ بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت مرزا صاحب (مسیح موعود) کو بٹالہ جانا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ یکہ کرا دیا جائے۔ حضور جب نہر پر پہنچے تو آپ کو یاد آیا کہ کوئی چیز گھر میں رہ گئی ہے۔ یکے والے کو وہاں چھوڑا اور خود پیدل واپس تشریف لائے۔ یکے والے کو پُل پر اور سواریاں مل گئیں اور وہ بٹالہ روانہ ہوگیا اور مرزا صاحب غالباً پیدل ہی بٹالہ گئے تو میں نے یکہ والے کو بلا کر پیٹا اور کہا کم بخت! اگر مرزا نظام دین ہوتے تو خواہ تین دن وہاں بیٹھنا پڑتا تو بیٹھتا لیکن چونکہ یہ نیک اور درویش طبع آدمی ہے اس لئے تو ان کو چھوڑ کر چلا گیا۔ جب مرزا صاحب کو اس کا علم ہوا تو آپ نے مجھے بلا کر فرمایا۔ وہ میری خاطر کیسے بیٹھا رہتا اسے مزدوری مل گئی اور چلا گیا۔ (حیات طیبہ ص 16)

سٹاپ پریس

مورخہ 16 مئی 2013ء کو تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے ممبران کو خوبصورت جزیرے Isle of Wight کے وزٹ کا موقعہ ملا۔ اس تفریحی پکنک کی تفصیلی رپورٹ اور تصاویر ان شاء اللہ آئندہ شمارے میں پیش کی جائیں گی۔

مکتوب مبارک حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

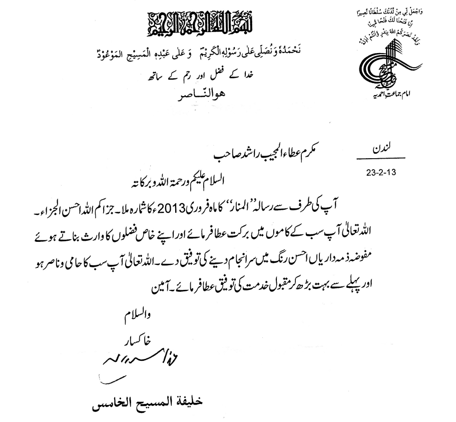

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَ عَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا
اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا
وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

امام جماعت احمدیہ

لندن
23-2-13

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے رسالہ ''المنار'' کا ماہ فروری 2013ء کا شمارہ ملا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کے کاموں میں برکت عطا فرمائے اور اپنے خاص فضلوں کا وارث بناتے ہوئے مفوضہ ذمہ داریاں احسن رنگ میں سرانجام دینے کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو اور پہلے سے بہت بڑھ کر مقبول خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

المنار نیوز لائن

المنار کے گزشتہ شمارے میں تعلیم الاسلام کالج کے بعض اساتذہ کرام کی وفات کی مختصر اطلاع شائع کی جا چکی ہے۔ ان مرحومین میں سے مکرم چوہدری محفوظ الرحمن صاحب کی فوٹو شائع ہونے سے رہ گئی تھی، جو شامل اشاعت کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مکرم چوہدری صاحب مرحوم کو غریق رحمت کرے، مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ میں مرحوم کا ذکر خیر فرمایا، جو 10 مئی 2013ء کے الفضل انٹرنیشنل میں شائع شدہ ہے۔

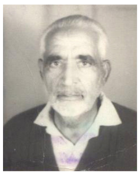

المنار نامہ

☆ المنار کا بہت شکریہ۔ اسے ہمیشہ ہی بہت دلچسپ پایا ہے۔ میرے دوست مکرم بدرالزمان زاہد صاحب کو میری نیک تمنائیں پہنچا دیں۔ (محمد اسلم۔ اسلام آباد، پاکستان)

☆ مکرم عبدالوہاب آدم صاحب کی ربوہ کی یادیں پڑھ کر اپنا دورِ طالب علمی یاد آ گیا۔ انہوں نے اپنی یادوں میں صومالیہ کے سعید عبداللہ اور ابوبکر صاحب کا ذکر بھی کیا ہے۔ مجھے ان دونوں کے ساتھ مختلف کالجوں کی ڈیبیٹس کے مقابلوں میں حصہ لینے کا موقع ملتا رہا ہے۔ اُس وقت کی ایک یادگاری تصویر اب بھی میرے پاس موجود ہے، جو بھجوا رہا ہوں۔ (مُطیع اللہ درد)

☆ جزاک اللہ۔ بہت دلچسپ رسالہ ہے۔ (صفیہ چیمہ، ایڈیٹر ''خدیجہ'' جرمنی)

☆ خاص طور پر لطائف نے بہت لطف دیا مگر ان کو پڑھنے کے لئے بیگم سے آنکھ چرا کر ایک گوشۂ تنہائی کی ضرورت ہے۔ (فاروق محمود)

ایسوسی ایشن کی سالانہ ممبر شپ فیس

اگر آپ نے ابھی تک ایسوسی ایشن کی سالانہ ممبر شپ فیس (جو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے £24 سالانہ مقرر فرمائی ہے) ادا نہیں کی تو اس مہینے کے اندر اندر ادا کر کے بروقت اپنے فرضِ منصبی سے سبکدوش ہوں۔

TIC OLD STUDENTS ASSOCIATION

کے نام کا چیک بنا کر المنار کے پہلے صفحے پر شائع شدہ پتے پر ارسال فرما دیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزا۔ (سیکریٹری مال)

ذکر ایک بے تکلّف مجلس کا (قسط دوئم)

☆ربوہ کا جو قصہ ہے وہ اتنا غیر معمولی ہے کہ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ہمارے گھانا کے سفیر ربوہ آئے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں ربوہ کے بارے میں بتایا کہ ربوہ کیسے بنا، کیسے وجود میں آیا۔ یہ ایسی جگہ تھی جس کے بارے میں سب کا یہی خیال تھا کہ یہاں کوئی لائف نہیں ہو

سکتی۔ ایسی جگہ تھی جہاں پانی بھی نہ تھا اور زمین بنجر تھی۔ کئی لوگوں نے اسے آباد کرنے اور قابلِ کاشت بنانے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ انہیں ربوہ کے سارے ابتدائی حالات بتائے۔ ہمارے گھانا کے یہ سفیر تھے تو عیسائی مگر جب انہوں نے یہ واقعات سنے اور ربوہ کی اُس وقت کی شکل اور حالت دیکھی تو کہنے لگے کہ اگر کوئی شخص خدا پر یقین نہ رکھتا ہو، اسے اللہ تعالیٰ کی حقانیت پر ایمان نہ ہو تو وہ یہ واقعات سن کر یقیناً خدا کی ہستی پر ایمان لے آئے گا۔

☆ایک دفعہ ہالینڈ سے انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کے سیکریٹری حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے ساتھ ربوہ گئے۔ وہاں سے واپسی پر وہ یہاں لندن سے ہوتے ہوئے ہالینڈ گئے تھے۔ یہ ان دنوں (یعنی 1970 کے عشرے) کی بات ہے جب میں یہاں لندن میں ہوا کرتا تھا۔ وہ یہاں آئے تو ہم نے انہیں یہاں مشن ہاؤس میں مدعو کیا۔ انہوں نے اس موقعہ پر اپنی تقریر میں اظہار کیا کہ میں ربوہ سے ہو کر آیا ہوں۔ مجھے ایک بات کا افسوس ہے کہ کیوں اپنے پوتے کو ساتھ لیکر نہیں گیا۔ اگر وہ ساتھ ہوتا تو اسے دکھاتا کہ ساری دنیا میں، میں نے کوئی اور شہر ایسا نہیں دیکھا جہاں صرف اچھائی ہی اچھائی ہے، برائی کوئی نہیں۔ ربوہ میں کالج دیکھے، ریسرچ سینٹرز دیکھے، مسجدیں دیکھیں، لائبریریز دیکھیں، مگر کوئی شراب خانہ نہیں دیکھا، نہ کوئی ڈانس کی جگہ دیکھی نہ کوئی جوا خانہ وغیرہ۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت بھی جبکہ ربوہ ابھی اتنا Develop نہیں ہوا تھا جو لوگ بھی وہاں جاتے تھے، اور بڑے بڑے لوگ جاتے تھے، وہ ربوہ کو دیکھ کر بہت متاثر ہوتے تھے، مگر اب کی تو بات ہی اور

ہے۔ لاہور کے واقعہ کے بعد میں ایک وفد لیکر ربوہ گیا، جس میں گھانا، بینین اور سیرالیون کے افراد شامل تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو میں نے موجودہ ربوہ کو دیکھ کر کہا یہ تو وہ ربوہ نہیں، بالکل ہی بدل گیا ہے۔ سرائے مسرور کو دیکھا۔ اس میں لجنہ کے 6 منزلہ دفاتر ہیں۔ لفٹ لگی ہوئی ہے۔ میں تو دیکھ کر بالکل ہی حیران ہو گیا کہ یہ ہم کہاں آ گئے ہیں۔ پھر دار الضیافت کی نئی سات منزلہ بلڈنگ بھی ہے۔ سنا ہے کہ ایک صاحب لاہور سے ربوہ گئے، رات بھی وہاں رہے۔ اگلے دن لاہور پہنچے تو اپنے ایک دوست سے کہنے لگے کہ میں ایک ایسی جگہ سے ہو کر آیا ہوں جو کہتے ہیں کہ پاکستان میں ہے لیکن پاکستان لگتا نہیں۔ انکے دوست نے پوچھا کیا؟ کہنے لگے فائیو سٹار ہوٹل، جس میں کھانا بھی فری اور رات کا قیام بھی فری ہو تم نے پاکستان میں دیکھی ہے؟ اگر دیکھی ہے تو بتاؤ! تو اب تو ربوہ اتنا بدل گیا ہے کہ اگر پہلے کسی نے نہیں دیکھا ہوا تھا تو شاید وہ تو موجودہ تبدیلی اور فرق کو محسوس نہ کر سکے لیکن ہم جو 1952 میں وہاں پڑھنے کے لئے گئے اور جن حالات سے گزرے، تو ہم جیسے لوگ جو، اب وہاں جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک معجزہ دنیا کے لئے پیدا کیا ہے۔ کسی کے وہم و خیال میں بھی نہیں تھا کہ ربوہ میں اتنی جلدی اس قدر تبدیلی آ سکتی ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔

☆ایک اور بڑی بات یہ بھی ہے کہ ٹی آئی کالج جو اُس وقت وہاں تھا، یعنی 1950 کے عشرے میں اُس وقت بھی ٹی آئی کالج کی بلڈنگ پکی اینٹوں کی تھی۔ مجھے یاد ہے اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرمایا کرتے تھے کہ جامعہ کو بھی اسی طرح بنانا ہے۔ گویا جبکہ ابھی مالی وسعت نہیں تھی اور مشکلات تھیں اس وقت بھی خلفاء کی دور اندیشی کا اندازہ آپ کر سکتے ہیں کہ دنیا کی تعلیم اور مذہبی تعلیم دونوں کی اہمیت اُس وقت بھی اُن کے پیشِ نظر تھی۔

☆اُن دنوں بڑے بڑے لوگ ٹی آئی کالج ربوہ میں آیا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک موقع پر غالباً منسٹر آف ایجوکیشن بھی آئے تھے۔ آج کل تو پاکستان میں سر ظفر اللہ خان صاحب کا نام وغیرہ بھی نکال دیا گیا ہے تاریخ سے، مگر اُس وقت منسٹر آف ایجوکیشن ربوہ میں آنا فخر محسوس کرتے تھے۔ پھر رشین آسٹروناٹس اور بعض سائنسدان بھی ٹی آئی کالج میں آئے

☆ربوہ میں آنے والوں میں ایک اہم شخصیت چین کے سفیر بھی تھے۔ مجھے یاد ہے کہ اُس وقت ہمارے عثمان چُو صاحب نے چینی سفیر کا استقبال کرنے کے لئے چینی زبان کا لفظ ’’وائیں نے‘‘ یاد کروایا تھا۔ اس وقت سب ربوہ والوں نے مل کر لائنیں بنائیں اور ’’وائی نے‘‘ ’’وائیں نے‘‘ کہہ کر چین کے ایمبیسیڈر کا ربوہ میں استقبال کیا تھا۔ اس وقت حضرت میاں مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر اور وکیل اعلیٰ تھے۔ انہوں نے یہ انتظام کیا تھا کہ جتنے بھی جماعت کے مبلغین باہر کے ملکوں میں خدمت کر کے آئے تھے، مثلاً مولانا ظہور حسین صاحب، مولانا ابو العطاء صاحب، مولانا ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب یعنی بڑے بڑے جتنے بھی بزرگ مبلغین تھے، چینی سفیر کو ان سے ملوایا۔ چینی سفیر بہت حیران ہوئے کہ اتنا چھوٹا سا شہر اور اس میں اتنے بڑے بڑے لوگ۔ تو واقعی یہ ایک نادر قسم کا موقع تھا۔

☆میں سمجھتا ہوں کہ بشیر آرچرڈ صاحب کی قادیان جا کر بیعت کرنے کی بھی یہی وجہ تھی۔ وہ ملٹری آفیسر تھے۔ انہوں نے اپنے Lower رینک کے ایک احمدی سے کہا کہ چھٹیاں آرہی ہیں اور میں ان چھٹیوں میں کسی اچھی جگہ جانا چاہتا ہوں، بتاؤ کہاں جاؤں؟ اس پر اس احمدی

نے کہا کہ آپ قادیان جائیں۔ انہوں نے کہا کہ وہاں جا کر کیا کرنا ہے، وہ تو چھوٹی سی جگہ ہے، جہاں کوئی سیر وتفریح نہیں ہوسکتی۔ ان کا یہ جواب سن کر وہ احمدی بہت افسردہ ہو گیا تو آرچرڈ صاحب نے انہیں خوش کرنے کے لئے حامی بھر لی کہ چلو میں تمہارے کہنے پر قادیان چلا جاتا ہوں۔ وہاں پہنچے اور جو کچھ وہاں دیکھا تو بیعت کر لی اور پھر وہ وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ربوہ کا بھی یہی حال تھا۔ اُن دنوں وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت سے صحابہ موجود تھے۔ حضرت مولانا غلام رسول راجیکیؓ صاحب، حضرت مولانا بقا پوری صاحبؓ، عرفانی صاحبؓ اور شاہجہان پوریؓ صاحب وغیرہ۔ حیرت ہوتی ہے کہ گلی میں چلتے ہوئے اتنے بڑے بڑے لوگوں سے ملاقات ہو جایا کرتی تھی۔ ان سے ملتے اور دعا کی درخواست بھی کیا کرتے تھے۔

☆ شیخ عمری عبیدی صاحب کا نام آپ نے سنا ہوگا، وہ بھی اُن دنوں ربوہ میں تھے۔ ربوہ کی

تعلیم سے جب فارغ ہوئے تو مبلغ کے طور پر تنزانیہ بھیجے گئے۔ انہوں نے قرآن مجید کے سواحیلی زبان کے ترجمے میں مکرم شیخ مبارک احمد صاحب کی بہت مدد کی۔ عمری عبیدی صاحب بہت قابل آدمی تھے اور بہت روحانی بھی۔ جب وہ تنزانیہ واپس گئے تو وہاں کی حکومت نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دے دیں تو ہم ان کی قابلیت کی وجہ سے انہیں اپنی ایڈمنسٹریشن میں لینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہ دارالسلام کے سب سے پہلے افریقن میئر بنے۔ بعد میں منسٹر آف جسٹس بھی رہے۔ ربوہ کے دنوں کی بات ہے کہ عمری عبیدی صاحب مولانا محمد دین صاحب جو بعد میں صدر صدر انجمن احمدیہ بھی رہے، سے ریڈرز ڈائجسٹ لیکر پڑھا کرتے تھے۔ پڑھنے کے بعد اکثر جلدی واپس کر دیا کرتے تھے لیکن ایک دفعہ ایسا ہوا کہ کافی دن تک واپس نہ کر سکے۔ سڑک پر چلتے ہوئے مولانا محمد دین صاحب انہیں ملے تو انہوں نے انہیں آہستگی سے پوچھا have you digested the digest ? اس لطیف انداز میں پوچھے جانے پر انہیں احساس ہو گیا کہ میں نے پڑھنے کے لئے لیا ہوا ڈائجسٹ ابھی تک واپس نہیں کیا۔ چنانچہ انہوں نے بعد میں جا کر جلد ہی واپس کر دیا۔

☆ شروع شروع میں جب ہم ربوہ پہنچے تو اردو تو ہمیں صحیح آتی نہیں تھی، بلکہ بالکل بھی نہیں آتی تھی۔ ان دنوں ہمیں جامعہ کے ہوسٹل میں صبح کے ناشتے میں 2 پراٹھے ملا کرتے تھے۔ اُن دنوں دستور تھا کہ باہر کے ملکوں میں جانے والے اور خدمت کر کے واپس آنے والے مبلغین کو سارا شہر ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر الوداع یا Recieve کیا کرتا تھا۔ بعض دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی جایا کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک موقعے پر جبکہ ایک مبلغ امریکہ جا رہے تھے تو ہم بھی ربوہ کے سٹیشن پر گئے۔ وہاں میری حضرت مولوی محمد دین صاحب سے ملاقات ہوئی، اس وقت وہ ناظر تعلیم تھے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا آپ آجکل کیا ''پڑھتے" ہیں؟ میں سمجھا کہ شاید ''پراٹھے'' کے بارے میں پوچھ رہے ہیں، تو میں نے جھٹ سے کہہ دیا کہ "2 پراٹھے"! میں نے اندازہ لگایا تھا کہ شاید وہ ہوسٹل کے پراٹھوں کے بارے میں پوچھ رہے ہیں اور میں نے بالکل صحیح جواب دیا ہے۔ مگر جب وہ میرا جواب سن کر خوب ہنسے اور محظوظ ہوئے تو مجھے بالکل سمجھ نہیں آئی کہ وہ میرے جواب پر کیوں ہنسے؟ مگر بعد میں جا کر پتہ چلا کہ پراٹھے میں اور پڑھنے میں بہت فرق ہے۔ تو مولانا محمد دین صاحب کے حوالے سے ربوہ کے شروع کے دنوں کا یہ دلچسپ واقعہ مجھے اب بھی یاد ہے۔

☆ اُن دنوں ٹی آئی کالج ربوہ میں سپورٹس کی activities بھی ہوا کرتی تھیں اور جامعہ کے طلباء کو بھی ان میں شامل ہونے کی اجازت تھی۔ بلکہ اور لوگ بھی جایا کرتے تھے۔ ہم والی بال، باسکٹ بال، اور خاص طور پر رنگ کھیلا کرتے تھے۔ میرے کزن جو میرے ساتھ وہاں گئے ہوئے تھے، ہم نے مل کر ایک ٹیم بنائی ہوئی تھی اور ہماری یہ ٹیم ہمیشہ ٹاپ پر رہا کرتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جرمنی تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ وہاں خدام کے پروگرام میں والی بال بھی شامل تھا۔ مجھے دیکھ کر فرمایا آپ ربوہ میں تو کھیلا کرتے تھے یہاں کیوں نہیں کھیلتے؟ چنانچہ میں نے حضور کے ارشاد پر اسی طرح سوٹ پہنے ہوئے والی بال کھیلا۔ اب وہ نوجوانی کے دنوں والی بات تو نہیں مگر اب بھی کچھ نہ کچھ تو کھیل ہی لیتے ہیں۔

بہر حال یہ چند واقعات تھے جو میں نے سنا دئے۔ آپ نے مزید کچھ پوچھنا ہو تو حاضر ہوں۔ چنانچہ کالج کے ایک سابق طالب علم کے پوچھنے پر کہ وہ واقعہ آپ کے ساتھ کیا پیش آیا تھا جب کسی نے سمجھا تھا کہ شاید آپ کو اردو نہیں آتی؟ ہاں واقعہ یوں تھا کہ میں نیو دہلی گیا ہوا تھا۔ وہاں سے ٹرین پر قادیان جا رہا تھا کہ ٹرین میں بیٹھے ہوئے ایک صاحب جو اپنے آپ کو بڑے عالم کے طور پر پیش کر رہے تھے، ساتھ بیٹھے ہوئے مسافروں سے کہنے لگے کہ یہ صاحب جو بیٹھے ہوئے ہیں آپ کو معلوم ہے کہ ان کا رنگ کالا کیوں ہے؟ ان کا رنگ کالا اس لئے ہے کہ یہ لوگ سورج کے بہت قریب ہیں۔ درختوں کے اوپر رہتے اور انکی جڑیں کھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان میں سے ہر ایک کی دُم بھی ہوتی ہے۔ میں خاموشی سے سنتا رہا اور پھر میں نے ان سے اردو میں بات شروع کی تو وہ بہت حیران ہوئے۔ میں نے انہیں بتایا کہ آپ نے جتنی باتیں بھی یہاں لوگوں کو بتائی ہیں سب غلط ہیں۔ ہم جو یہاں آپ کی ایمبیسی سے ویزہ لیکر آئے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی حکومت نے ہمیں اپنا مہمان سمجھ کر ویزہ دیا ہے۔ حکومت کے مہمان کے بارے میں آپ نے جو غلط باتیں کی ہیں اگر واپس جا کر بتاؤں تو آپ کے خلاف کارروائی ہو سکتی ہے۔ اس پر وہ شرمندہ ہوئے اور معذرت کرنے لگے۔

☆ انڈیا کا ایک اور دلچسپ واقعہ اور بھی ہے۔ جب ہم ربوہ میں تھے تو ہمیں قادیان جانے کا موقع ملا۔ مولانا ابوالعطاء صاحب بھی ساتھ تھے، وہ ہمارے پرنسپل رہے ہیں۔ ہم پر بہت مہربان تھے ہر لحاظ سے۔ ان کے علاوہ مکرم غلام باری سیف صاحب بھی ساتھ تھے۔ ہم قادیان کی ایک گلی میں سے گذر رہے تھے تو دیکھا کہ 2 سکھ صاحبان میں بہت گرم جوشی سے کوئی بحث ہو رہی ہے۔ بالکل پتہ نہیں تھا کہ کیا بحث ہو رہی ہے۔ اسی دوران ان میں سے ایک سکھ صاحب جلدی جلدی چلتے ہوئے میری طرف آئے اور میری جلد کے ساتھ اپنا ہاتھ بہت زور سے رگڑا۔ اور پھر وہ رگڑا ہوا ہاتھ اپنے دوسرے سکھ ساتھی کو دکھاتے ہوئے کہنے لگے کہ میں تمہیں کہتا نہیں تھا کہ پکا کوٹ ہے۔ اس وقت سے مولانا ابوالعطاء صاحب مجھے ''پکا کوٹ'' کہا کرتے تھے۔ تو اس قسم کے دلچسپ واقعات بھی پیش آتے رہتے ہیں۔

(جاری)

بسلسلہ یومِ خلافت

اِس ڈھب سے کوئی سمجھے

منہاجِ نبوت پہ خلافت ہوئی قائم
یا رب یہ دعا ہے کہ یہ نعمت رہے قائم

(حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل ؓ)

☆☆

خلافت شہپرِ پروازِ آدم کی توانائی
یدِ بیضا خلافت ہے، خلافت ہے مسیحائی
خلافت سے شعورِ قوم کو تابندگی حاصل
اسی کے فیض سے تنظیم کو ہے زندگی حاصل

(میر اللہ بخش تسنیم)

☆☆

جو خلافت کے دامن کو تھامے رہے
رحمتوں کی قبائیں بھی پا جائیں گے
اس کی رسّی کو مضبوط پکڑیں گے جو
نصرتوں کی ردائیں بھی پا جائیں گے

(صاحبزادی امتہ القدوس بیگم)

☆☆

یہ ظلّی نبوت بنامِ خلافت
کہ ہے احمدیت قیامِ خلافت
ہے سب خاتم الانبیاء کی کرامت
یہ حکمِ شریعت، نظامِ خلافت

(قیس مینائی نجیب آبادی)

☆☆

خلافت سے ہماری زندگی ہے
خلافت سے ہی شانِ احمدی ہے
نبوّت قدرتِ اُولیٰ کی مظہر
خلافت دوسری جلوہ گری ہے

(عطاء المجیب راشد)

☆☆

اندھیرے چھٹ گئے سارے کے سارے
چراغاں ہو گیا دل میں ہمارے
سکینت بخش دی ہر دل کو عرشیؔ
نصیب اپنے خلافت نے سنوارے

(ارشاد عرشی)

☆☆

خلافت کا ہے ہم پہ ٹھنڈا سایہ
بلا سے دھوپ جتنی بھی کڑی ہے
زمانہ لے رہا ہے ایک کروٹ
نئی تاریخ لکھی جا رہی ہے

(مبارک احمد ظفر)

☆☆

رہی اس کی چھاؤں میں برکت بہت
ملی دین کو سطوت و تمکنت
جو خاکی تھے وہ آسمانی ہوئے
عطا مومنوں کو ہوئی منزلت

(جمیل الرحمن)

☆☆

برکت ہے خلافت کی کہ اک ہاتھ پہ یارو
لاکھوں ہیں، کروڑوں ہیں جو اک جان ہوئے ہیں
طوفان کی مرضی تھی اجڑ جائیں یہ لیکن
بوٹے جو لگائے تھے گلستان ہوئے ہیں

(مبارک احمد صدیقی)

☆☆

جہاد اپنا تو تبلیغِ حق کے کام سے ہے
تمام حُسنِ عبادت کے اہتمام سے ہے
بقائے احمدی توحید کے قیام سے ہے
حیات اپنی خلافت کے اس نظام سے ہے

(فاروق محمود)

☆☆

خلافت وحدتِ اعضائے ملّت
خلافت جامعِ قلبِ پریشاں
خلافت نخبۂ اخیارِ ملّت
خلافت مُہرِ استخلافِ یزداں

(مولانا عزیز الرحمن منگلا)

☆☆

حسین دَور ہے یہ دَور ہے خلافت کا
چراغ لے کے چلے ہم تری اطاعت کا
تمہارے چاہنے والوں کی خیر ہو جگ میں
جہان پھیلتا جائے یہ احمدیت کا

(ناصر احمد سیّد)

☆☆

قصہ کالج کے ID کارڈ کا

(محمد شریف خان)　　　　قسط چہارم

بے نفسی اور ایثار شروع سے ہی اساتذہ نظام تعلیم الاسلام کالج کا آئی ڈی کارڈ رہا ہے۔ یہ مخلص بزرگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کی تعمیل میں دیوانہ وار محض خدمتِ دین کی خاطر قادیان جیسی چھوٹی سی بستی میں سب کچھ تیاگ کر آ بسے، انکی مسلمہ قابلیت اور اعلیٰ صلاحیتیں انکے راہِ وقف میں روک نہ بنیں، تھوڑی سی تنخواہ (جسے عرفِ عام میں ''گزارہ'' کہا جاتا تھا) پر بخوشی بسر اوقات کرتے۔ کئی دفعہ جماعتی مالی مشکلات کے باعث تنخواہ کے بغیر لنگر خانے کے کھانے پر ہی گزر اوقات ہوتی۔ یہ فدائی حضرتِ مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں رہ کر اس قومی تربیت گاہ کی خدمت کرنے کو ایک فخر و سعادت سمجھتے رہے ہیں۔ چنانچہ حضورؑ نے ایک مکتوب میں فرمایا:

''یہ مدرسہ محض دینی اغراض کی وجہ سے ہے اور صبر سے اس میں کام کرنے والے خدا تعالیٰ کی رحمت کے قریب ہوتے جاتے ہیں۔'' (ذکرِ حبیبؑ مؤلفہ مفتی محمد صادق صاحبؓ صفحہ ۱۳۷)

خالص دینی ماحول: مدرسہ تعلیم الاسلام اور اس کے تسلسل میں تعلیم الاسلام کالج قادیان اور ربوہ بیسویں صدی میں اپنی نوعیت کے وہ واحد ادارے تھے، جن کے اساتذہ اور طلباء کو مسیحِ زماں حضرتِ مسیح موعود علیہ سلام اور خلفاء وقت کی تاثیراتِ قدسیہ کے طفیل ایک بے مثال روحانی اور مذہبی فضا میسر رہی۔ حضرت مولنا عبدالکریم صاحبؓ نے اخبار الحکم ۷ فروری ۱۹۰۳ء میں تحریر فرمایا:

''ہمارے مدرسہ کے لڑکے خدا کے مسیحؑ کو دیکھتے ہیں۔ آپؑ کی تقریروں کو سنتے ہیں۔ آپؑ کے پاک نمونہ کو مشاہدہ کرتے ہیں... ہر روز با قاعدہ عصر کے بعد لڑکوں کو حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے درس قرآن مجید میں شامل ہونے کو عزت دیتے ہیں۔ یہ بھی ایسی نعمت ہے کوئی ملک اور شہر اس میں ہمارا شریک نہیں۔'' اور یہ سلسلہ ربوہ میں جاری رہا اور جاری ہے۔

امسال مارچ کا مہینہ اپنے ساتھ ہمارے دو دیرینہ ساتھی اور تعلیم الاسلام کالج کے ہردلعزیز استاد لے گیا، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

پروفیسر ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہ صاحب 3 مارچ 2013ء کو ربوہ میں 90 سال کی عمر میں اور پروفیسر چوہدری صادق علی صاحب 10 مارچ 2103 کو آسٹریلیا میں 71 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ مختصر یہ کہ یہ عالم ہی بے بقا ہے!

تعلیم الاسلام کالج کے ساتھ مسلسل دعاؤں کے جلو میں خدا تعالیٰ کا فضل رہا ہے، جس کے طفیل حضرت پرنسپل صاحب کو ہمیشہ لائق اور باکردار اساتذہ کی ٹیم میسر رہی، ہر یک اپنے مضمون میں نگینہ، اخلاق و کردار میں ستارہ۔

وہ مہرباں اساتذہ وہ علم کے چراغ　　　پُر روشنی سے جن کی ہوئے فکر کے ایاغ
سادہ مزاج عالی نظر صاحبِ دماغ　　(جمیل الرحمن)

ڈاکٹر پروفیسر سید سلطان محمود صاحب 1946 میں علیگڑھ سے ایم ایس سی کیمسٹری کے بعد وقف کر کے تعلیم الاسلام کالج سے منسلک ہوئے، 1958 میں یونیورسٹی لنڈن سے پی ایچ ڈی اور 1964 میں اسی یونیورسٹی سے پوسٹ ڈاکٹریٹ کیا۔ سالہا سال سے کالج کے ہردلعزیز اور مشفق استاد رہے۔ کالج کے قومیائے جانے کے بعد 1978 میں گورڈن کالج راولپنڈی ٹرانسفر کر دیئے گئے، 1984 سے اکتوبر 1986 میں ریٹائرمنٹ تک پرنسپل گورنمنٹ کالج ننکانہ صاحب رہے۔

مرحوم کی تعلیمی اور ملازمتی زندگی شاندار گزری۔ کالج میں کئی قسم کی ڈیوٹیاں سپرد رہیں، طلباء کے ساتھ معاملات ہمیشہ آئیڈیل رہے، ہمیشہ طلباء کے مسائل حل کرنے میں کوشاں رہتے۔ طلباء کی سہولت کے لیئے آسان زبان میں اپنے مضمون آرگینک کیمسٹری کی متعدد کتب لکھیں جو عرصے تک پنجاب کے کالجوں میں معروف اور رائج رہیں، انکی فہرست ریکارڈ کے لیئے درجِ ذیل ہے:

1-Standrad College Chemistry for F.Sc.
2-Standrad College Chemistry for B.Sc.
3-Organic Chemistry for B.Sc.
4-Modern Practical Chemistry for F.Sc.
5-Chemistry made easy for F.Sc.

ریٹائرمنٹ کے بعد 1987 میں ربوہ کے بچوں کے لیئے ناصر کنڈر گارٹن اور ناصر پبلک سکول کے علاوہ الہدیٰ ماڈل کالج قائم کیا۔ اللہ مغفرت کرے۔ شاہ جی کی ہنستی کھیلتی شخصیت تادیر انکے شاگردوں اور ہم کاروں کے ذہنوں اور دلوں میں اپنی تمام بوباس کے ساتھ زندہ رہے گی۔

پروفیسر چوہدری صادق علی صاحب نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے 1960-1964 کے دوران ایف ایس سی اور بی ایس سی کے امتحانات پاس کیئے، پشاور یونیورسٹی سے ایم ایس سی باٹنی کرنے کے بعد 1966 میں کالج میں لیکچرر مقرر ہوئے۔ مرحوم 1963 میں میری بی ایس سی کلاس کے اچھے طالب علم تھے۔ 2002 میں کالج سے ریٹائر ہو کر بچوں کے پاس آسٹریلیا چلے گئے تھے۔ جہاں انچارج دارالقضاء رہے۔

مرحوم کی سادہ، ٹھنڈی طبیعت، ''سنو، تولو اور پھر ڈنکے کی چوٹ بولو'' آپکا خاصہ تھا۔ چوہدری صاحب کی منفرد شخصیت آپکے شاگردوں اور دوستوں کو ہمیشہ یاد رہے گی۔ مرحوم بڑے اچھے cook بھی تھے، اپنے دوستوں کی دعوتوں میں خود پکاتے، اور خوب انجوائے کرواتے، اللہ مغفرت کرے۔

چوہدری محفوظ الرحمٰن صاحب بھی 6 اپریل 2013 کو ربوہ میں بقضائے الٰہی راہیء عالمِ بقا ہوئے! انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم چوہدری صاحب کا مضبوط جسم چوڑا چکلا سینہ اور بلند رعب دار آواز ''اٹینشن! کویک مارچ... لیفٹ رائیٹ، لیفٹ، رائیٹ'' اور ستمبر 1956 کی صبح چڑھتے سورج کی گرم گرم شعائیں ہمیں گھڑ دوڑ کے میدان میں پسینے سے شرابور کر دیتیں۔ یہ تھا میرا پہلا تعارف فرسٹ ایئر میں مرحوم چوہدری صاحب سے۔ 1963 میں ہمارا ٹاکرا کالج لائبریری میں اکثر ہوتا، الماریوں میں کتابوں کی اُتھل پتھل دیکھ کر میرے پاس آ جاتے، ''شریف خان! کیہہ لبدیو یے؟'' چوہدری صاحب میں اتھے ایک کتاب ویکھی سی، اوہ لبدا دا پیاں... کوئی منڈا ایشو کرا کے نہ لے گیا ہووے... کتاب دا ناں کیہہ سی issuing register کھولتے، ایہہ تے ہفتہ پہلوں ایشو ہوئی سی، پرسوں واپس آ ئی سی، خود الماری چیک کرتے، اوہ لوایہہ واپس آیاں کتاباں وچ پئی ہوئی اے، شکور! توں ایے واپس آیاں کتاباں الماریاں وچ نہیں لایاں...؟ شکور کھسر پھسر کر کے رہ جاتا۔

ہردلعزیزی، طلباء کی خیر خواہی اور محبت تعلیم الاسلام کالج کے اساتذہ کا مشترکہ آئی ڈی کارڈ رہا ہے، جسکی چھاپ مادرِ علمی کے ہر طالبعلم کے چال چلن اور گفتگو سے جھلک پڑتی ہے۔

وہ مکتبِ کمال ابھی یاد ہے مجھے　　　وہ قریہء غزال ابھی یاد ہے مجھے

آج ملک ملک یہ طلباء اپنی مجالس میں اپنی مادرِ علمی میں بتائے دنوں کی یاد تازہ کرتے ہوئے اپنے اپنے المنار کے شماروں کے ذریعے دورونزدیک آپس میں شیئر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس جذبے اور ان مجالس کو دوام بخشے۔ آمین۔

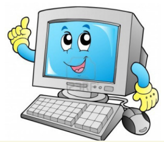

کمپیوٹر کی کہانی

(آصف علی پرویز)

دوست: آپ نے فزکس میں MSc. کی تھی اور پھر تعلیم الاسلام کالج میں بھی فزکس ہی پڑھاتے تھے تو پھر آپ کمپیوٹر کے میدان میں کیسے آ گئے؟

آصف: میں جب 1977ء میں انگلستان آیا تو میرا ارادہ فزکس میں ہی PhD کرنے کا تھا مگر اس زمانے میں کمپیوٹر ایک نسبتاً نیا میدان تھا اس لئے میں نے لندن کے مشہور Kings College سے کمپیوٹر سائنس میں اعلیٰ تعلیم کیلئے داخلہ لے لیا اور یوں میں نے اپنی عمر عزیز کے تقریباً 35 سال اس میدان کی شہسواری میں گزارے ہیں اور مجھے بعض امور میں گہری تحقیق کا موقعہ ملا ہے۔ میں نے کئی اہم Computer System ڈیزائن کئے ہیں۔

دوست: آپ کی شہسواری کا پتہ تو اس وقت چلے گا جب آپ میرے مشکل سوالات کے جواب دیں گے۔ فی الحال مجھے یہ بتائیں کہ سادہ زبان میں کمپیوٹر کیا ہے؟

آصف: کمپیوٹر کو سمجھنے کا ایک اچھا طریق یہ ہے کہ میں اسے آپ سے تشبیہ دوں۔

دوست: انسان تو اشرف المخلوقات ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے ’’احسن تقویم‘‘ بنایا ہے۔ بھلا کمپیوٹر کا مجھ سے کیا مقابلہ!

آصف: آپ نے بجا فرمایا ہے لیکن پھر بھی کچھ مشابہتیں ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے آپ کو دماغ عطا فرمایا ہے۔ کمپیوٹر میں بھی ایک پرزہ لگا ہوتا ہے جسے ہم Central Processing Unit کہتے ہیں۔ اسے آپ کمپیوٹر کا دماغ کہہ سکتے ہیں۔

دوست: میں تو دیکھ اور سن سکتا ہوں۔ اب بتائیے کہ کمپیوٹر یہ کام کیسے کر سکتا ہے؟

آصف: آجکل تو تقریباً ہر کمپیوٹر میں ایک کیمرہ لگا ہوتا ہے۔ اگر آپ اپنے کمپیوٹر پر ایک پروگرام جس کا نام Skype ہے ڈال لیں اور دوسرے دوست بھی ڈال لیں تو خواہ وہ دوست امریکہ یا کینیڈا میں ہوں تو آپ ان سے بات بھی کر سکتے ہیں اور ساتھ ہی تصویر بھی دیکھ سکتے ہیں اور یہ ہے بھی مفت! اور ہاں یہ بتائیے آپ آج یہاں تک کیسے پہنچے؟ راستہ تو کافی پیچیدہ تھا۔

دوست: میری کار میں ایک پرزہ لگا ہوا ہے جسے ہم یہاں Tom Tom کہتے ہیں۔ اس میں میں نے پتہ ڈالا اور اس میں آنے والی آواز نے میری اس طرح رہنمائی کی گویا آپ میرے ساتھ بیٹھے مجھے راستہ بتا رہے ہوں۔

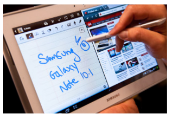

آصف: تو یہ Tom Tom بھی ایک طرح کا کمپیوٹر ہی ہے اور آپ نے دیکھ لیا کہ وہ کس عمدگی سے بولتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بالعموم ہم Keyboard سے کمپیوٹر پر لکھتے ہیں تاہم میں اپنے مضامین Galaxy Notes 10.1 کمپیوٹر پر ایک قلم (pen) سے اس طرح لکھتا ہوں جیسے قلم سے کاغذ پر لکھتے ہیں۔

دوست: یہ بتائیں کہ کمپیوٹر کا حافظہ کتنا ہے؟

آصف: کمپیوٹر کا حافظہ غیر معمولی ہے۔ اس میں سینکڑوں کتابیں ڈالی جا سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ زائد حافظہ والے پرزے بھی لگائے جا سکتے ہیں اسے Hard Disc کہتے ہیں۔ ان کے لگانے سے تو لائبریریاں کی لائبریریاں کمپیوٹر کے دماغ میں ڈالی جا سکتی ہیں۔

دوست: تو کیا میں یہ سمجھوں کہ Internet میں بے شمار کمپیوٹروں کو باہم جوڑ دیا جاتا ہے، اس لئے یوں لگتا ہے کہ دنیا بھر کی لائبریریوں کی کتابیں کمپیوٹر میں ڈال دی گئی ہیں۔

آصف: آپ نے بالکل صحیح فرمایا ہے۔ ادھر آپ نے سوال کیا اور ادھر چند سیکنڈوں میں کمپیوٹر متعلقہ جواب دے دیتا ہے۔

دوست: میں بعض اوقات بڑا حیران ہوتا ہوں کہ کمپیوٹر سے آپ ہر قسم کی زبان میں بات کر سکتے ہیں۔ جیسے چینی، فرانسیسی، انگریزی، عربی، اردو وغیرہ وغیرہ۔ آپ بڑے کمپیوٹر کے ماہر بنے پھرتے ہیں۔ یہ تو بتائیں کہ کمپیوٹر کی مادری زبان کیا ہے؟ مجھے ذرا ’’اندر‘‘ کی خبر بتائیں!

آصف: اچھا تو دل تھام کر میری بات سنیں! حقیقت یہ ہے کہ کمپیوٹر کو محض ’صفر‘ اور ’ایک‘ کے سوا کچھ بھی نہیں آتا۔

دوست: دیکھئے مجھ سے مذاق نہ کریں۔

آصف: میں ہرگز مذاق نہیں کر رہا۔ یہ امر واقعہ ہے۔ کمپیوٹر محض ایک بے جان مردہ مشین ہے۔ اس کے اندر یا تو الیکٹران کا ذرہ چل رہا ہے یعنی بجلی ہے۔ یہ ’ایک‘ کی حالت ہے اور یا پھر الیکٹران کھڑا ہے یعنی بجلی بند ہے اور یہ ’صفر‘ کی حالت ہے۔

دوست: میں تو جب بھی مثلاً A ٹائپ کرتا ہوں تو سکرین پر مجھے A ہی نظر آتا ہے۔ میں نے کبھی بھی یہ صفر اور ایک نہیں دیکھا۔

آصف: آپ بجا کہتے ہیں۔ جب آپ A ٹائپ کرتے ہیں تو کمپیوٹر کا Keyboard اسے 01000001 میں بدل دیتا ہے۔ اس طرح جب آپ B ٹائپ کرتے ہیں تو یہ اسے 01000010 میں بدل دیتا ہے۔ اور اسی طرح باقی حروف تہجی کو۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ کمپیوٹر ہمیشہ دائیں سے بائیں کو پڑھتا ہے جو عین فطرت کے مطابق ہے۔

دوست: آپ کی اس بات سے تو مجھے وہ شعر یاد آ رہا ہے کہ:

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا — جو چیرا تو یک قطرۂ خوں نہ نکلا

کمپیوٹر بڑے سے بڑا کام کر لیتا ہے۔ آپ نے بتایا تھا کہ کمپیوٹر جہاز بھی اُڑا لیتا ہے تو پھر یہ بتائیں کہ کمپیوٹر کی ذہانت کا کیا راز ہے؟ یہ سوال تو آپ کے لئے بھی بڑا مشکل ہوگا!

آصف: بہتر ہے کہ میں ایک مثال سے اس کا جواب دوں۔ آپ جب مسجد فضل لندن میں نماز پڑھنے کیلئے جاتے ہیں تو آپ نے دروازے میں ایک خادم کو ڈیوٹی دیتے ہوئے دیکھا ہوگا۔

دوست: یقیناً۔ بلکہ میں نے خود بھی کئی دفعہ یہ ڈیوٹی بڑی خوشی سے دی ہے۔

آصف: بہت خوب! ذرا تصور کریں کہ آپ ڈیوٹی پر ہیں اور میں اور میری بیگم نماز پڑھنے کیلئے آ رہے ہیں تو آپ کیا کریں گے؟

دوست: جب آپ مسجد فضل میں داخل ہونا چاہیں گے تو میں دروازہ کھول دوں گا؟

آصف: اور میری بیگم کیلئے؟

دوست: میں ان کے لئے دروازہ بند کر دوں گا اور انہیں کہوں گا کہ مسجد فضل صرف مردوں کیلئے ہے۔ عورتیں ’نصرت ہال‘ میں جا کر نماز پڑھیں۔

آصف: تو گویا دروازے ہی میں یہ قوت فیصلہ ہے کہ مردوں کیلئے کھل جائے لیکن عورتوں کیلئے بند ہو جائے۔

دوست: جی نہیں! آپ بھول گئے دروازہ تو میرے ہاتھ میں ہے اور یہ فیصلہ تو میں ہی کر رہا ہوں۔ دروازہ تو محض ایک ’’لکڑی کا پھٹا‘‘ ہے۔

آصف: آپ نے بجا فرمایا ہے۔ اچھا یہ بتائیں کہ اگر صدر لجنہ اماء اللہ تشریف لائیں تو

کیا آپ ان کیلئے دروازہ کھول دیں گے؟

دوست: دیکھئے جناب قانون سب کیلئے برابر ہے۔ میں تو پوری سچائی اور دیانت داری سے اپنی ڈیوٹی دوں گا۔ اس لئے میں انہیں بھی اندر جانے نہیں دوں گا۔ خیر دل لگی کیلئے آپ نے خوب کہانی گھڑی ہے لیکن اس کا کمپیوٹر کی ذہانت سے کیا تعلق! اب آپ مان بھی لیں کہ آپ کو میرے سوال کا جواب نہیں آتا۔

آصف: اس مثال میں ہی کمپیوٹر کی ذہانت کا سارا راز پوشیدہ ہے۔

دوست: وہ کیسے! مجھے تو آپ کی بات بالکل سمجھ نہیں آئی۔ کیا آپ مجھے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کمپیوٹر میں بھی بہت سے دروازے لگے ہوئے ہیں اور کوئی 'ہستی' ان دروازوں کو بڑی 'سچائی' کے ساتھ کھول اور بند کر رہی ہے۔

آصف: یقیناً بالکل ایسا ہی ہے۔

دوست: یہ بھی آپ کا صفر اور ایک والا قصہ ہی نظر آتا ہے۔ ذرا کھول کر بات کیجئے!

آصف: اب ذرا غور سے بات سنیں۔ کمپیوٹر کے اندر بھی لاکھوں ''برقی دروازے'' (Electronic Gates) لگے ہوئے ہیں جو کمپیوٹر سافٹ ویئر کے حکم سے کھل اور بند ہو رہے ہیں تا کہ الیکٹران کا ذرہ یا گزر سکے یا رُک جائے۔ بالفاظ دیگر ''ایک'' گزر سکے یا نہ گزرے۔ اور کمپیوٹر کے یہ دروازے بڑی 'سچائی' کے ساتھ اس فرض کو ادا کر رہے ہیں۔ اور ان لاکھوں دروازوں کا میرے جیسے ذہین software programmer کے حکم سے کھلنا اور بند ہونا ہی کمپیوٹر میں ذہانت پیدا کرتا ہے۔ گویا اصل ذہانت کمپیوٹر کی نہیں بلکہ programmer کی ہے۔

دوست: یہ کمال کی بات ہے! اچھا تو پھر یہ بتائیں کہ کمپیوٹر کیونکر برق رفتاری کے ساتھ بڑے پیچیدہ مسائل حل کر دیتا ہے؟

آصف: آپ نے اپنے سوال میں ہی اپنی بات کا جواب دے دیا ہے۔

دوست: وہ کیسے؟

آصف: کمپیوٹر میں ایک انتہائی تیز گھڑیال (Clock) لگا ہوا ہے۔ جتنی رفتار اس کلاک کی ہوگی اتنی تیزی سے وہ دروازے کھولے گا۔

دوست: میں پچھلے دنوں ایک دوکان پر کمپیوٹر خریدنے کیلئے معلومات لے رہا تھا تو دوکاندار کہہ رہا تھا کہ یہ کمپیوٹر لیں اس کا (clock) کلاک 6 میگا ہرٹز (6 Mega Hertz) ہے تو میں نے اسے کہا کہ بھائی گھڑی خریدنے نہیں آیا۔ میں تو کمپیوٹر خریدنا چاہتا ہوں! اب آپ مجھے بتائیں وہ دراصل کیا کہنا چاہتا تھا؟

آصف: وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اس کمپیوٹر کے دروازے ایک سیکنڈ میں 60 لاکھ دفعہ کھل اور بند ہو سکتے ہیں۔ گویا یہ ایک سیکنڈ میں 60 لاکھ فیصلے کر سکتا ہے۔ یہ تو سمجھ ہی گئے ہوں گے جتنی رفتار زیادہ تیز ہوگی اتنا ہی وہ ذہین کمپیوٹر ہوگا! اور اتنی ہی جلد وہ سوالوں کو حل کر سکے گا۔

دوست: اچھا یہ بتائیں یہ انٹرنیٹ (Internet) کیا ہے؟

آصف: اس میں دنیا کے مختلف ممالک میں موجود بڑے بڑے کمپیوٹروں کو باہم جوڑ دیا جاتا ہے اور سیٹلائٹ (Setellite) کی مدد سے چند سیکنڈوں سے بھی کم عرصہ میں کمپیوٹر صحیفوں کے صحیفے پڑھ کر صحیح معلومات آپ تک پہنچا دیتا ہے۔

دوست: گویا کمپیوٹر قرآن مجید کی اس پیشگوئی کو پورا کر رہے ہیں کہ **وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ** جب صحیفے نشر کئے جائیں گے۔ (التکویر:11)

آصف: آپ نے صحیح فرمایا حقیقت یہ ہے کہ ہم اگر ان تخلیقات کا گہری نظر سے مطالعہ کریں تو بالآخر یہ ہمیں خدا کی طرف ہی لے کر جاتی ہیں۔

دوست: یہ بتائیے کہ کیا کمپیوٹر انسانوں سے بڑھ جائیگا اور انسانوں کو کنٹرول کر سکے گا؟

آصف: میں نہیں سمجھتا کہ ایسا کبھی ہوگا گو بعض سائنسی فلموں میں ایسا دکھایا جاتا ہے۔ یاد رکھئے کہ کمپیوٹر محض ایک مشین ہے جو انسانیت کی خدمت کیلئے ہے اور اسے ایسا ہی رہنا چاہئے۔

دوست: بہت بہت شکریہ۔ آپ نے میری اور المنار کے قارئین کی معلومات میں خوب اضافہ کیا۔ جزاک اللہ احسن الجزاء۔

زعفران زار

گرچہ وہ زرد و سرد ہے کاغان کی طرح
لیکن مزاج اس کا ہے ملتان کی طرح
اظہارِ عشق میں بھی اکڑ فوں نہیں گئی
وہ خط بھی لکھ رہا ہے تو چالان کی طرح
لقمہ حلال کا جو ملا اہلکار کو
اسنے چبا کے تھوک دیا پان کی طرح
جب سے بہو کا راج ہے، شوہر کے والدین
گھر میں پڑے ہیں فالتو سامان کی طرح

(دلاور فگار)

سیب

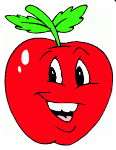

استاد نے شاگرد سے کہا کہ تمہارے والد نے میرے لئے جو 8 سیب بھیجے تھے ان کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میں آج شام تمہارے گھر آؤں گا۔ اپنے والد کو اطلاع کر دینا۔ ضرور اطلاع کر دوں گا، شاگرد نے کہا۔ لیکن اگر آپ 8 کی بجائے 12 سیبوں کا شکریہ ادا کر دیں تو میں بھی آپ کا شکر گزار ہوں گا۔

تبدیلیٔ آب و ہوا

ایک صاحب اپنی بیوی کو علاج کے لئے ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ ڈاکٹر نے کچھ سوال و جواب کے بعد کہا کہ محترمہ! آپ ایک ماہ کے لئے کام کاج بالکل چھوڑ دیں اور تبدیلی آب و ہوا کے لئے سوئٹزر لینڈ یا ناروے چلی جائیں۔ ڈاکٹر کی یہ ہدایت سن کر ان کا شوہر خاموش رہا تو بیوی نے پوچھا کہ بتائیں ہم کہاں جائیں گے؟ شوہر نے جواب دیا بیگم میرا خیال ہے کسی اور ڈاکٹر کے پاس۔

چکن

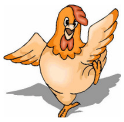

ایک دیہاتی کسی ہوٹل میں گیا۔ ویٹر نے دریافت کیا کہ: ''کی کھاؤ گے؟'' دیہاتی نے جواب دیا ''چکن لیا دیو!'' ویٹر نے پوچھا ''کیہڑا چکن پسند کرو گے؟ چائنیز، اٹالین یا انڈین تندوری؟'' دیہاتی نے کہا 'جیہڑا مرضی لے آؤ، آپاں کھاؤنا ہی تے ہے، کیہڑا ایہنے اودے نال گلاں کرنیاں نیں!''